

تنزیل و تاویل

تفسیر سورہ کوثر

مصنفہ اساتذہ امام مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ تعالیٰ

ترجمہ جناب مولانا امین حسن صاحب اصلاحی

(۳)

نماز اور قربانی میں باہمی مناسبت | ۱۰۔ نماز اور قربانی میں بہت سے پہلو ہیں قرآن نے ان سب کی طرف اشارے کیے ہیں لیکن یہاں ان سب کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کتاب المفردات میں پوری تفصیل ملے گی۔ اس جگہ ہم ان دونوں کے صرف ان پہلوؤں کا تذکرہ کریں گے جن سے ان کی باہمی مناسبت واضح ہو۔

ہر چند قرآن نے ان کو تیسرے کے ساتھ نہیں بیان کیا ہے، لیکن جو شخص قرآن کی آیات اور ان کے کلمات کے باہمی نظم پر غور کرے گا وہ کسی طرح ان کا انکار نہیں کر سکتا۔ غور کے لیے اہلی چیز قرآن کے حسن نظم کا یقین ہے۔ اور تعجب ہے کہ جس قرآن میں یہ آیت بھی موجود ہے۔

أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ
أَفْئَالٌ لَّهُمَا۔ (محمد ۲۲)۔

تالے چڑھے ہیں۔

اس پر غور و فکر کرنے سے کوئی شخص کیونکر بے پروا ہو سکتا ہے۔

اس تمہید سے مقصود یہ ہے کہ یہاں صرف یہ بات کہ خدا نے نماز اور قربانی کا ایک ساتھ ذکر

کیا ہے، ہم کو دعوت دیتی ہے کہ ہم ان دونوں کی باہمی مناسبت پر غور کریں۔ اسی اشارے نے مارے سامنے بے شمار حقائق حکمت کی راہ کھول دی ہم اس فصل میں ان کو بیان کرتے ہیں تاکہ ایک طرف آیت کا حسن نظم واضح ہو، اور دوسری طرف ان حقائق کی روشنی میں ہم یہ دیکھ سکیں کہ قرآن کی جو سورتیں اپنے الفاظ کے اعتبار سے ایک قطرہ کی حیثیت رکھتی ہیں، اپنے معانی کے اعتبار سے بحر بے کراں ہیں۔ ذیل میں ان دونوں کی باہمی مناسبت کے تمام پہلوؤں کی تفصیل کی جاتی ہے۔

۱۔ نماز اور قربانی میں اسی طرح کی مناسبت ہے، جس طرح کی مناسبت ایمان اور اسلام میں ہے۔ یہ اجال ہے! اس کی تفصیل سے پہلے ایک مختصر تمہید سن لینی چاہیے :-

دن کی بنیاد علم و عمل کی صحت پر ہے۔ علم یہ ہے کہ ہم اپنے رب کو پہچانیں، اس کے ساتھ اپنے متعلق کو جانیں، اور پھر اس معرفت سے کبھی غافل نہ ہوں۔ اس علم سے لازماً محبت اور شکر کی ایک قلبی کیفیت و حالت پیدا ہوتی ہے، اسی قلبی کیفیت سے اعمال کا فیضان ہوتا ہے۔ اس طرح گویا علم و عمل میں وہی تعلق ہے جو اثر اور موثر، ظاہر اور باطن میں ہوتا ہے یعنی علم باب ایمان سے، اور عمل باب اسلام سے!

پھر ایک دوسری حقیقت پر غور کرو! عمل جس طرح علم کا مقابل ہے، اسی طرح قول کا مقابل ہے یعنی قول، علم و عمل کے بیچ کی کڑی ہے۔ قول ارادہ کا اولین ظہور اور عمل کا عنوان و ویساچہ ہے۔ اس تمہید کی روشنی میں، نماز اور قربانی کے باہمی تعلق پر غور کرو۔

نماز ظاہر ہے کہ قول و اقرار ہے، یہ اٹھنا، بیٹھنا، جھکنا، سجدہ کرنا، ہاتھ اٹھانا، منجلی سے اٹھ کرنا کیا ہے؟ یہ سب ادواؤں کی زبان سے ہمارا قول و اقرار ہے۔ یہ ایمان کے بعد، راہ اطاعت میں ہمارا پہلا قدم ہے۔ یہ اعمال کے دروازہ کی کلید ہے، اسی لیے یہ تمام شریعت کے دروازہ کا عنوان قرار دیا گیا ہے۔ بہ کثرت آیات میں اس حقیقت کی طرف اشارات کیے گئے ہیں۔ مثلاً۔

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ ۚ جوعیب میں ایمان لاتے ہیں، اور نماز قائم کرتے ہیں۔

تفسیر سورہ فاتحہ میں اس پر مفصل بحث گزر چکی ہے۔

حضرت ابراہیم کے قصہ میں اس حقیقت کی پوری تشریح ہے۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کو، اس کی

صفت توحید کے ساتھ پہچان لینے کے بعد فرمایا:-

رَبِّي وَجْهَتْ وَجْهِي لِلَّذِي قَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ (۱۱۰-۱۰۹)

میں نے ہر طرف سے کٹ کر اپنا رخ اس ذات کی طرف

مشرکین میں سے نہیں ہوں۔

نماز اسی توجہ الٰہی افسد کی عملی تصویر ہے۔ اسی وجہ سے ہماری نمازوں کا عنوان یہی مبارک کلمہ قرار

پایا۔ یہی حقیقت حضرت موسیٰ کے قصہ میں بھی موجود ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو توحید کی معرفت بخشنے کے بعد

فرمایا:-

فَلَمَّا أَنهَاؤُودِي يَهُوسَىٰ إِنِّي أَنَا رَبُّكَ

پس جب وہ اس کے پاس آیا، ندا آئی، اے موسیٰ! میں

تہارا رب ہوں پس اپنے جوتے اتار دو تم وادی

مقدس طوی میں ہو، اور میں نے تم کو برگزیدہ کیا پس

جو کچھ وحی کی جائے، اس پر کان دہرو۔ میں ہی اللہ ہوں

میرے، سو کوئی معبود نہیں۔ پس میری ہی عبادت کرو

أَقِمْ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي۔ (طہ - ۱۱۱-۱۱۰-۱۰۹)

اور میرے ذکر کے لیے نماز قائم کرو۔

ایک دوسرے مقام پر ابطال شرک کے بعد فرمایا:-

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا، فِطْرَةَ اللَّهِ

اپنا رخ کیسے ہو کر اطاعت الٰہی کی طرف سیدھا کرو یہی

الَّتِي فِطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ

اللہ کی فطرت ہے، جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا،

ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَر النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ
مُنْبِتِينَ إِلَيْهِ وَالْقُوَّةَ وَاقْتَمُوا الصَّلَاةَ
وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ - (روم - ۳۰-۳۱)

اس میں فطرت الہی کی کوئی خلاف ورزی نہیں ہے یہی
فطرت کا سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے
اس کی طرف متوجہ ہو کر، اور اسی سے ڈرو اور نماز قائم
کو وشرکین میں سے نہ بنو۔

اس سے معلوم ہوا کہ نماز تمام مخلوقات الہی کی فطرت ہے چنانچہ فرمایا ہے۔

تَسْبِيحٌ لَهُ السَّمَوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ
فِيهِنَّ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يَسْبِيحُ بِحَمْدِهِ -
(نبی اسرائیل (۲۴) پڑھتی ہے۔

دوسری جگہ ہے۔

الْمُرْتَبَاتِ أَنَّ اللَّهَ يَسْبِيحُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرِ صَفَتْ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ
صَلَوَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ - (نور ۲۱)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ تمام اعمال میں سے، نماز ایمان سے سب سے زیادہ اقرب، بلکہ ایمان
کا اولین فیضان ہے۔ یہ بیک وقت توحید، انانیت، شکر، توکل اور تمثال الی اللہ کا شیرازہ اور تمام
مخلوقات الہی کی فطرت ہے۔

اب قربانی کی حقیقت پر غور کرو! قربانی حقیقت اسلام کی جامع ہے۔ اسلام کا مفہوم، اطاعت
سرفکندگی، اوبنس کو باکھلیہ موٹی کے حوالہ کر دینا ہے۔ نماز کی طرح یہ بھی بندوں کی فطرت ہے، کیونکہ تمام
مخلوق امر الہی کی اطاعت سے وجود میں آئی ہے۔ خدا نے کلمہ "کن" کے ذریعہ حکم دیا اور تمام مخلوق
پر خلقت میں اس کلمہ کی اطاعت سے وجود میں آئی۔ اب اگر وہ خدا کی نافرمانی کرے، تو اپنی فطرت

کی خلافت زری کرے گی۔ اس اعتبار سے اسلام تمام کائنات کو محیط ہے۔

وَلَهُ اسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا
وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ۔ (آل عمران ۸۲) کے سامنے سرنگندہ ہیں اور اسی کے پاس لوٹے جائیں گے
یعنی بد خلقت میں تم نے اس کے امر کی تعمیل کی، اسی طرح آخرت میں تم اس کے حکم پر دوڑو گے۔

چنانچہ فرمایا ہے۔

إِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةٌ مِّنَ الْأَرْضِ إِذْ أَنْتُمْ مَخْرُجُونَ
جب وہ تم کو زمین سے نکلنے کے لیے ایک بار پکارے گا۔
(روم ۲۵) دقتاً تم نکل کھڑے ہو گے۔

دوسری جگہ فرمایا:۔

فَتَسْتَجِيبُونَ بِنِعْمَةِ اللَّهِ تَظَنُّونَ إِنْ لَيْسَ لَكُمْ
اور تم اس کی حمد کے ساتھ اس کی پکار پر دوڑو گے اور
قَلِيلًا۔ (بنی اسرائیل ۵۲) گمان کرو گے کہ نہیں تم ٹھیرے مگر بہت کم۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام اور تسبیح و سجدہ اور نماز و نوا میں خیرت اور باہد گر نہایت قریب
رشتہ دار ہیں۔

جب حضرت ابراہیم کو اللہ تعالیٰ نے ہمارا امام، ان کی مسجد کو ہمارا قبلہ اور ان کے طریقہ کو ہمارا
لیے دستور العمل بنایا تو ایک واقعہ بیان کر کے قربانی کی حقیقت بھی آشکارا کر دی جس سے ضمناً نماز
کے باطن پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ فرمایا۔

إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيِّدِينَ۔ . . .

میں اپنے پروردگار کی طرف جا رہا ہوں، وہ میری

پہیری فرمایا گیا۔ (یعنی میں اپنے پروردگار کی طرف

ہجرت کرتا ہوں، وہ مجھ پر اپنی راہ کھولے گا۔

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ۔
اے پروردگار مجھے صالحین میں سے بخش۔ (یعنی اولاً

صلح، تاکہ میں ان کو لیکر تیری راہ پر چلوں، اور لوگوں کے لیے حق و ہدایت کی راہ باز ہو۔

فَبَشِّرْ نَاةً بِعَلَمٍ حَلِيمٍ پس ہم نے اس کو ایک حکیم لڑکے کی ولادت کی بشارت

دی (یعنی حضرت اسمعیلؑ کی۔ اسمعیل کے معنی ہیں؛ اللہ نے سنا) چونکہ ان کی ولادت ابراہیمؑ کی دعا کے مطابق ہوئی تھی، اس لیے ان کا نام اسمعیل رکھا گیا۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَبْنَؤُا بَنِي آدَمَ

فِي الْمَنَامِ وَإِنِّي أَنْزَلْتُ

فِي الْمَنَامِ وَإِنِّي أَنْزَلْتُ مَا ذَا آتَرَى تم کو فتح کر رہا ہوں (یعنی اللہ کے لیے) اب تم بتاؤ میری

کیا رائے ہے؟ (یہ سوال اس لیے تھا کہ اس طاعت میں فرمان بردار میٹھا بھی شریک ہو جائے، کیوں کہ

حضرت ابراہیمؑ ہمیشہ کیلئے تسلیم و اطاعت الہی کی ایک راہ کھول رہے تھے، اور چونکہ اطاعت شعا زفر

دعا ہائے سحر کی قبولیت تھا، اس لیے اس کا عامل وحلیم ہونا متین تھا اور کسی اختلاف کا خدشہ نہ تھا۔

قَالَ يَا بَنِي آدَمَ إِنِّي أَنْزَلْتُ

فِي الْمَنَامِ وَإِنِّي أَنْزَلْتُ مَا ذَا آتَرَى تمہیں فرمائیے انشا اللہ آپ مجھ کو ثابت قدموں میں

پائیں گے۔ (حضرت اسمعیلؑ سمجھ گئے کہ ان کو حکم الہی کی تعمیل میں ذبح کیا جا رہا ہے، اس لیے انھوں نے ڈر

جواب دیا جو توکلین کے شایان شان تھا۔

فَلَمَّا آسَفُونَا ذَلَّلْنَا الْبَعِثِينَ

ابراہیمؑ نے بیٹے کو ماتھے کے بل چھاڑ دیا۔ (یعنی اس طرح دونوں نے اپنے کمال اطاعت و اسلام کو شہود

کر دیا، کیونکہ باپ نے اس چیز کو قربان کرنے کا عزم کر لیا، جو اس کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھی،

اور بیٹے کی کل کائنات صرف اس کی جان تھی) وَ نَادَيْنَاهُ أَنْ يَا اِبْرَاهِيمُ كَدَّ صَدَقَاتٍ

اور ہم نے اس کو پکارا، اے ابراہیم! تم نے خواب کو

الذُّوْيَاءِ اِنَّكَ لَتَعْرِفُوهُنَّ الْمُحْسِنَاتِ - اِنَّ هٰذَا
 لَهٗوَ الْبَلَاءُ الْمُبِيْنُ
 سچ کر دکھایا بیشک ہم محسنین کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں،
 بلاشبہ کھلی ہوئی جانچ یہی ہے (اس اطاعت کا بدلہ)

ان کو درجہ احسان کی سرفرازی بخشی، اور یہی کمال اسلام ہے، اس امتحان کے بعد ان دونوں کو خدا
 نے قوموں کا امام اور بادلوں کا رہبر بنایا۔

وَقَدْ يَنْبَغُ بِذِيْعِ عَظِيْمٍ (صف ۹۹ تا ۱۰۰) اور ہم نے اس کو بڑی قربانی کے عوض چھڑالیا (یعنی
 اس قربانی کی یادگار میں، قربانی کی عالمگیر اور عظیم الشان سنت قائم کی، جو قربانی کرنے والوں کی مغفرت
 کا وسیلہ ہے۔

اس واقعہ میں خدا نے ہمارے سامنے یہ حقیقت کھولی ہے کہ اسلام کی روح، اطاعت اور اپنی عزت
 سے عزیز متعلق حتیٰ کہ جان کو بھی خدا کے حوالہ کر دینا ہے، اور یہ بات بغیر کامل ایمان و اخلاص کے وجود میں
 نہیں آسکتی، پس گویا ان دونوں کا رتبہ کمال مقام احسان ہے۔ احسان کی حقیقت یہ ہے کہ "اعتمد بک
 کانتک تراه" اپنے رب کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ قربانی اور
 نمازیں وہی تعلق ہے جو تعلق ایمان و اسلام میں یا قول و عمل میں ہے، اور احسان ان دونوں کا نقطہ اتصال
 ۲۔ نماز اور قربانی میں وہ نسبت ہے، جو نسبت زندگی اور موت میں ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ
 نماز کی حقیقت یاد الہی ہے۔

فَاقِمْ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ - (طہ ۱۴) اور میری یاد کیلئے نماز قائم کرو۔

دوسری جگہ ہے :-

ذٰلِكَ اَسْمٰرُ رَبِّهِ فَصَلِّ - (اعلیٰ ۱۵) اپنے رب کے نام کو یاد کیا، پس نماز پڑھی۔

قرآن مجید میں اس طرح کی آیتیں بہت ہیں، اور مقصود دوام ذکر الہی ہے۔ چنانچہ فرمایا :-

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَقَعُوْا دَاوۡ
 عَلٰى جُنُوْبِهِمْ - (آل عمران ۱۹) جو اللہ کو یاد کرتے ہیں، کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے۔

نیز فرمایا :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا لِلَّهِ نِعْمَتَ إِذْ أَنْتُمْ رُسُلٌ
بِكَرَّةٍ وَاصِلًا هُوَ الَّذِي بَصَلَنِي عَلَيْكُمْ
وَمَا لَكُمْ أَنْ تُخْفِرُوا حُكْمَ مِنَ الظَّالِمَاتِ إِلَى التَّوْبَةِ
وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا (احزاب ۴۱-۴۲)

اے ایمان والو! اللہ کو بہت یاد کرو، اور صبح و شام اس کی تسبیح پڑھو۔ وہ اور اس کے ملائکہ تم پر رحمت بھیجتے ہیں تاکہ تم کو تائبیوں سے روشنی کی طرف بچائے، اور وہ مؤمنین کے ساتھ مہربان ہے۔

یعنی جس طرح تم اس کی یاد کرتے ہو، اور اس کی تسبیح پڑھتے ہو، اسی طرح وہ اور اس کے ملائکہ تم پر رحمت بھیجتے ہیں جس سے تمہاری روشنی بڑھتی ہے۔ چنانچہ فرمایا :-

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ - (بقرہ ۱۵۲) پس مھکویا دکر و اور میں تمکو یاد کروں گا۔

نیز فرمایا :-

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ لَكُمْ بِالنَّبِيِّ
وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْتَمِعُونَ (مائدہ ۳۰)

جو لوگ تیرے رب کے پاس ہیں، وہ رات دن اس کی تسبیح پڑھتے ہیں۔ اور کسی وقت اس سے برواشتہ ناسخ نہ ہو گا۔

یہی راز ہے کہ ہمارے رات دن کے تمام اوقات نمازوں سے گھیر دیئے گئے ہیں۔ اور کسی حالت میں اس سے معافی نہیں دی گئی ہے۔ نماز سانس کی طرح زندگی کے لیے ناگزیر ہے۔ وہ جہتی زندگی جو نو سکھانہ اور ایمان کے الفاظ سے تعبیر کی گئی ہے، صرف اللہ کی یاد ہی سے باقی رہ سکتی ہے فوراً رکھ دو تو عقلا یہ بات بھل واضح ہے کیونکہ بندوں کو عقل و تیز کی صلاحیت بخشنے کے بعد خدا کی نظر رانت ان کی طرف اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک وہ اپنی توجہ و امانت سے اس کو دعوت نہ دیں۔ اس کا دستور یہ ہے کہ جب بندہ شکر کرتا ہے اور پائی ہوئی نعمتوں کو کام میں لاتا ہے تو وہ نعمت کو زیادہ کرتا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے :-

وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَكَرَّهَاتٍ
جوز طلب ہدایت میں سرگرم رہتے ہیں، ان کے فوراً ہدایت بڑھاتا ہے۔

توجہ انی اللہ کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے نام کی یاد کی جائے۔ خدا کے تقرب کی راہ یہی ہے۔ اللہ کے
 قربت کا مفہوم صرف یہ ہے کہ اس کو یاد رکھا جائے اور اس سے دوری کا مطلب یہ ہے کہ اس کی یاد سے
 غفلت ہو جائے (اعاذنا اللہ منہا) جب سیدہ اشرو یا ذکر تائے اس سے قریب ہو جاتا ہے جیسا کہ
 وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ - (علق - ۱۹) سجدہ کرو اور قریب ہو جاؤ۔

اس وقت اللہ کی نظر رحمت اس کو نوازی ہے، اور اس کا سینہ انوارِ قدس کا مہیٹا بن جاتا ہے
 روح ذکر و فکر کی گہرائیوں میں جس قدر اترتی جاتی ہے زندگی اور توت کے لازوال خزانوں سے اسی
 قدر قریب ہوتی جاتی ہے۔ بخاری شریف کی ایک روایت میں اسی حقیقت کی خبر دی گئی ہے۔

ماینزال العبدیت تقرب الی بالنوازلِ بندہ نوافل کی راہ سے برابر میری طرف بڑھتا رہتا
 حتیٰ احببته فاذا احببته كنت سمعہ ہے، یہاں تک کہ میں اس کو محبوب بنا لیتا ہوں،
 الذی بہ یسمع وبصرہ الذی بہ یبصر اور جب میں اس کو محبوب بنا لیتا ہوں تو اس کا کان
 ویدعہ الی بہا یطش۔ بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اور اس کی آنکھ
 بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔
 یہ اسی روحانی زندگی کا بیان ہے، جو حقیقی اور واقعی زندگی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نماز حقیقی زندگی کا سرچشمہ اور اس حیاتِ نعلی سے نجات حاصل کرنے کا زمینہ
 اب قربانی کی حقیقت پر غور کرو! اس کا اصلی مفہوم۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل کے واقعہ
 ظاہر ہے۔ نفس کو اللہ کے حوالہ کرنا ہے، تسلیم و اطاعت کے ایک عظیم الشان واقعہ کی یادگار ہے اور
 اس میں زبردست امتحان کی سرگذشت پنہاں ہے جس میں خدا نے ابراہیم خلیل کو آزمایا تھا۔ اہل ایمان
 راہ انہی میں اپنی جانیں قربان کر کے اسی اطاعت و عبودیت کی یادگاریں قائم کرتے ہیں۔ پس جس طرح
 نماز اللہ کے ساتھ ہماری زندگی ہے، اسی طرح قربانی اس کی راہ میں ہماری موت ہے۔ اور یہی حقیقی

دین اور حقیقی اسلام ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

قُلْ اِنِّى هَدَانِى رَبِّى اِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ

کہدو میرے رب نے مجھ کو صراطِ مستقیم کی ہدایت بخشی۔ یہ

دِينًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيفًا وَّمَا كَانَ

اور فطری دین۔ دینِ ابراہیم کی جو صورت اللہ کا پرستار

مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ قُلْ اِنَّ صَلٰوةًى وَّنَسِيْتًا

تھا، رکھدو میری نماز، میری قربانی میری زندگی

وَعَمٰلِى وَّسَآئِى لَدُهٗ رَبِّى لَعَلِّىنَ۔

اور میری موت اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔

(انعام۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲)

باتفاق تمام مفسرین اس آیت میں ”نک“ سے مراد حج اور عمرہ میں قربانی کرنا ہے۔ لغت عرب

سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے یہاں ”صلوٰۃ“ اور ”نک“ کو ایک ساتھ رکھا ہے، اور اس کے بعد ”نک“

”عمیٰ اور حیات“ کے الفاظ ہیں، یعنی کلامِ توافق کے اصول پر ان دونوں کی حقیقت اور ان کے باہمی

تعلق کو بے نقاب کرتا ہے، یعنی نماز، سلم کی زندگی اور اس کی قربانی راہِ الہی میں اس کی موت ہے۔

پھر غور کرو تو یہ دونوں بالکل ایک ہیں، کیونکہ یہ موت ہی حقیقی زندگی کا دروازہ ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُقْتَلُ فِى سَبِيْلِ اللّٰهِ

جو اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں، ان کو مردہ کہو

اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰسٰكِنٌ لَّا تَشْعُرُوْنَ

بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم محسوس نہیں کرتے۔

۳۔ نماز اور قربانی ”حقیقی قربانی“ کے دو بازو ہیں تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ

نے جب انسان کو صاحبِ عقل و ارادہ اور خیر و شر میں تمیز کرنے والا بنایا، تو ایک طرف تو اس کو علمت

ورفت کا وہ مقام بلند بخش یا جس سے برتر اور بلند کوئی مقام نہ تھا، اور دوسری طرف ذلت پستی

کے اس کنارہ پر کھڑا کر دیا جس سے بڑھ کر کوئی ذلت و پستی نہ تھی۔ چنانچہ فرمایا ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِىْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ

بے شک ہم نے آدمی کی ساخت اچھی سے اچھی بنائی

حَتّٰى رَدَدْنَاهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ اِلَّا الَّذِيْنَ

پھر ہم نے اسے ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ میں ڈال دیا، مگر جو

۱۱ مَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ
غَيْرٌ مَّنتُونٍ - (تین - ۲-۵-۶)۔

جو کہ ایمان لائے، اور بھلائیاں کیں، سو انہیں ہمیشہ
کے لیے انعام ملے گا۔

نیز فرمایا:۔

وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا
وَتَقْوَاهَا قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ
مَن دَسَّاهَا (شمس - ۴-۸-۹-۱۰)۔

اور شاید بے نفس اور اس کا تو یہ، چنانچہ اس کو اسکی
بدی اور نیکی الہام کی۔ جس نے اس کو سنوارا، اسنے
فلاح پائی، جس نے اس کو خاک میں ملایا، وہ نامراد ہوا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ بندہ جب اس منہم حقیقی سے بے پروا ہو جاتا ہے، جمال الہی کی روشنی اس کی نگاہوں
سے اوچھل ہو جاتی ہے، اور وہ باطل کے دام فریب میں پھنس کر اپنے نہیں ہوائے نفس کے حوالہ کر دیتا ہے
جیسا کہ فرمایا ہے:۔

۱۲ لَمِنَ اتَّخَذَ لِنَفْسِهِ هُوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ
(جاثیہ ۲۳)

کیا وہ جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا لیا ہے، اور خدا
نے اس کو علم دینے کے باوجود گمراہ کر دیا ہے۔

یعنی اس نے عقل، آنکھ، کان پا کر گمراہی کی راہ اختیار کر لی ہے، جیسا کہ سورہ دہر میں ہے:۔

۱۳ إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ
نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَا سَمِيعًا بَصِيرًا - (نَا هَدَيْنَاهُ
السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا - ۲-۳)

ہم نے آدمی کو ایک بوند کے لچھے سے پیدا کیا، اس کو
مختلف اطوار میں اٹھتے پلٹتے رہے۔ پس اس کو سننے
والا اور دیکھنے والا بنا یا۔ بیشک ہم نے اس کو راہ سچا

چاہے وہ شکر گزار بنے یا ناشکری کی راہ اختیار کرے۔ (یعنی اگر وہ خدا کی بخشی ہوئی نعمتوں کو کام میں لائے
ناشکری کی راہ اختیار کرے گا۔)

وَجَعَلْنَا عَلَىٰ قَلْبِهِ فِشَاوَةً
فَمَن يَهْدِيهِ فَمِن بَعْدِ اللَّهِ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ

اور اس کے کان، آنکھ پر مہر کر دی ہے، اور اس کے
دل پر پردہ ڈال دیا ہے۔

اللہ کے بعد اس کو کون ہدایت کی راہ دکھائے گا۔ کیا تم سوچتے نہیں؟ یعنی جب اس نے خدا سے منہ پھیر لیا، اپنے نفس کا غلام بن گیا تو خدا نے اس کو اس کی خواہشوں کے حوالہ کر دیا، جو اس کے قلب کے لیے حجاب بن گئی ہیں۔

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ
 ہرگز نہیں! بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کی سیاہی
 کلا لاناہم عن ربہم یومئذ لکجوبون۔
 جم گئی ہے، ہرگز نہیں! وہ اس دن اپنے پروردگار کے دیدار جمال سے محروم ہوں گے۔
 (مطفین ۱۲-۱۵)

یعنی جس طرح وہ اس حیات دنیاوی میں خدا کے نور ایمان سے محروم تھے، اسی طرح حیات آخری میں اس کے دیدار جمال سے اوٹ میں ہوں گے۔ آدمی جو کچھ چاہتا ہے خدا کی طرف سے وہی پاتا ہے جنہوں نے نفس اور شہوات نفس کی غلامی پسند کی، وہ نفس کے غلام بن گئے، اور قیامت کے دن نفس کی حقیقت ہی سے دوچار رہوں گے۔ یعنی تھم انہم نصابوا بالنجین پھر وہ جہنم میں داخل ہوں گے۔

اس حالت کی وجہ سے انسان کے لیے ضروری ہوا کہ نفس کے صنم اکبر کو توڑے، اور جنہوں نے نفس کی حقیقت پر غور کیا ہے، ان کو معلوم ہے کہ نفس کے دو بار دو ہیں: سبعیت اور بھیمیت۔ اس لیے ضروری ہوا کہ انسان کو ان دونوں بازوؤں کے توڑنے کی تدبیر تائی جائے۔ اب ان دونوں کی تفصیلات پر غور رکرو!

۱۔ اول یعنی سبعیت کے توڑنے کی تدبیر یہ ہے کہ اللہ کے حضور خشوع و تذلل اور نماز کی پابندی جو نفس کے کبر و نخوت کا سر صرف نماز سے کچھا جاسکتا ہے۔ کیونکہ خشوع نماز کا سب سے زیادہ

نمایاں پہلو ہے۔ اسی لیے فرمایا گیا ہے:
 قَدْ فَتَحَ الْمُؤْمِنُونَ الْكَذِبَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ
 بیشک ان ایمان والوں نے فلاح پائی، جو اپنی نمازوں
 خاشعون۔ (مؤمنون ۱-۲)
 میں خدا کے سامنے سر ٹکندہ ہیں۔

نیز فرمایا ہے :-

وَإِذْ كُنَّا نَبِيًّا فِي نَفْسِكَ تَضَرَّعًا وَ
خَيْفَةً وَوَدُونَ الْجَحْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ
وَالْأَصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ إِنَّ
الَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ
عِبَادَتِهِ وَيَسْتَجِيبُونَ لِمَنْ حَسَبُوا أَنَّهُ
يَسْعَدُ

(اعراف ۲۰۵-۲۰۶)

دوسرے مقام پر ہے :-

وَإِعْبَادِ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى
الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ
قَالُوا سَلَامًا وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ
سُجَّدًا وَقِيَامًا (فرقان ۶۳-۶۴)

اس آیت پر غور کرو۔ اس میں نماز سے پہلے ان کی خاکساری کا تذکرہ کیا ہے کیونکہ نماز کی حقیقت نفس کو نخوت سے پاک کرتا ہے، جو لوگ برابر ذکر الہی میں مشغول رہتے ہیں اور خدا کے حلال و جبروت اور اس کی نعمت و رحمت کی یاد تازہ رکھتے ہیں، ان کے چہرہ دل سے تواضع اور محبت

کا جمال نکلتا ہے۔ اسی قسم کا نظم اس آیت میں ہے :-

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ
أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ
سُجَّدًا (فتح ۲۹)

محمدؐ اشد کا رسول۔ اور جو اس کے ساتھ ہیں، کفار پر سخت ہیں، آپس میں نرم دل ہیں، تم ان کو دیکھو گے رکوع اور سجدہ میں۔

یہاں ابطال رہبانیت کی غرض سے پہلے شدت کا ذکر کیا ہے، کیونکہ جو خدا سے محبت کرتا ہے، اس کا دل اس مقام کی بے پایاں عظمتوں کے احساس سے اس قدر لبریز ہو جاتا ہے کہ اس میں وہ عزت کی عظمت و بڑائی کے خیال کی سمائی نہیں رہ جاتی اس لیے وہ تمام مخالفتوں سے بخوف اور ڈر ہو کر علی الاعلان اس کی شہادت دیتا ہے پس اس جگہ شدت کا ذکر محض ایک وہم کے ازالہ کے لیے ہے کیونکہ مذکورہ ایک ایسی امت کا ہو رہا تھا جو اعتدال کے نقطہ کمال پر ہے۔ آیت میں مسلمانوں کی وہ صفات بیان ہوئی ہیں، جو توراہ و انجیل میں مذکور ہیں، اور جو اس کو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امتوں سے متمیز کرتی ہیں ضمناً اس میں کمال عدل و اعتدال اور جمع بین القدین کی اس فضیلت کی طرف بھی اشارہ ہو گیا۔ جو امت مرحومہ کی خصوصیات خاصہ میں سے ہے، اور جس کے بعد فضیلت کا کوئی درجہ باقی نہیں رہ جاتا، پس اس جگہ شدت کے ذکر سے محض اس صفت تو وضع و حجت کی تصحیح مقصود ہے، جس کا سرچشمہ خشیت الہی ہے کیونکہ خدا کی خشیت تمام خوفوں سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُواِنَ (آل عمران ۱۷۱) پس ان سے مت ڈرو صرف مجھ سے ڈرو۔
فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ (مائدہ ۳۰) پس ان سے مت ڈرو صرف مجھ سے ڈرو۔

اس مضمون کی آیتیں بہت ہیں۔

۲۔ دوسرے بازو یعنی بھیمیت کے توڑنے کی تدبیر یہ ہے کہ نفس اس دنیا کی جن مرغوبات میں لذت پاتا ہے، ان سے اس کو علیحدہ کیا جائے۔ اس کے تین درجے ہیں :-

پہلا یہ ہے کہ خدا کی راہ میں جان قربان کی جائے، اس کا بلند ترین مقام محنت جگر کی قربانی ہے، اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیل کی قربانی سے جانچا گیا، جو ان کی محبوب ترین اولاد تھے چنانچہ جب فرشتہ نے ان کو حضرت اسحاق کی ولادت کی خوشخبری دی، انہوں نے کہا "اسماعیل زندہ رہے" جس سے حضرت اسماعیل کے ساتھ ان کی بے اندازہ محبت کا جوش ظاہر ہوتا ہے۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ طاعت الہی کی راہ میں مصائب و آلام پھیلے جائیں، اور لذات سے کنارہ کشی اختیار کی جائے، کیونکہ زندگی کے بعد نفس کو سب سے زیادہ محبوب لذات ہی ہیں۔ روزہ اس منزل میں بہترین رہبر ہے۔ مقام قربانی کے مدارج میں سے ضغفہ طریق کی پہنچ اسی درجہ تک ہے، اسی لیے جب حضرت مسیح علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ سب سے بلند درجہ کے حصول کی راہ کیلئے تو انہوں نے فرمایا یہ روزہ اور نماز سے حاصل ہوتا ہے۔

تیسرا درجہ بدل مال کا ہے، جو تمام لذات کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اس منزل میں رمہ زکوٰۃ ہے متعینہ زکوٰۃ سے زیادہ خرچ کرنے میں ایک پہلو، سب کر کے ابطال کا بھی ہے۔ چونکہ مقصود نفس کی محبت سے نفس کو ان چیزوں کی غلامی سے پھڑانا ہے، جن کی لذتیں اس پر گھیرے ڈالتی ہیں اس لیے ضروری ہے کہ خدا کی راہ میں وہ چیز خرچ کی جائے جو نفس کو محبوب ہو۔ اسی لیے فرمایا ہے۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تَحِبُّونَ . . . تم اس وقت تک نیکی کا درجہ نہیں حاصل کر سکتے جب تک ان چیزوں میں سے نہ خرچ کرو جو تمہیں محبوب ہیں۔ (آل عمران - ۹۲)

یہ جو قربانی کے جانوروں کو قرب کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس میں بھی یہی حکمت مرعی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ محبوب ترین اولاد کے ذبح کا حکم دے کر حقیقت باطل آشکارا کر دی گئی۔ چونکہ قربانی کا حقیقی مرتبہ کمال جان کی قربانی تھا، اس لیے خون بہانا اس کی علامت قرار پایا اس نفع سے یہ بات معلوم ہوئی کہ نماز اور قربانی اپنی حقیقت کے اعتبار سے ذبح نفس کے دو پہلو ہیں، ایک حدیث میں بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔

قربان ہندہ الامۃ بدماعہما وصلوۃہما . . . اس امت کی قربانی بدل نفس اور نماز کے ذریعہ ہے۔